طالبِ علم کے مقاصد

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، برطانیہ

گجرات کی ایک عظیم دینی درسگاہ ''فلاحِ دارین'' ترکیسر میں علماء، اساتذہ
وطلبہ کے سامنے کی گئی ایک مفید اور علمی تقریر

التزكية
AT-TAZKIYAH
PO BOX 8211, LEICESTER,
LE5 9AS, UK

کتاب کانام: طالبِ علم کے مقاصد
مولف: حضرت اقدس مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخ اشاعت: ربیع الاول ۱۴۳۱ھ / مطابق مارچ ۲۰۱۰ء
ناشر: التزکیہ
مطبع: زمزم پبلشرز
ای میل: admin@ at-tazkiyah.com
ویب سائٹ: www. at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Dawah Book Centre
Berners Street, Leicester,
LE2 0FS UK

فہرست

تقریظ

مفکرِ ملت، حضرت اقدس مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم
رئیس دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۰۰۷ء میں حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدہ، بانی ''اسلامی دعوہ اکیڈمی'' اور دار العلوم ''ریاض العلوم'' لیسٹر، یو۔کے (UK) کا ہندوستان کا سفر ہوا، راقم الحروف بھی کاپودرا میں مقیم تھا۔اس ناچیز کو مولانا کی علمی، دعوتی اور عظیم اصلاحی خدمات اور ان کے حسنِ اخلاق کی وجہ سے ان سے بہت ہی تعلقِ خاطر ہے، موصوف بھی بندے کے ساتھ اسی طرح محبت و اکرام کا تعلق رکھے ہوئے ہیں،اسی تعلق ومحبت کے سبب مولانا نے کاپودرا کا سفر بھی فرمایا، ناچیز نے مولانا کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا، اور عشاء کے بعد جامع مسجد کاپودرا میں مولانا کا اصلاحی بیان طے کر دیا، الحمد للہ! مولانا نے بہت قیمتی نصائح سے سامعین کو استفادہ کا موقع عنایت فرمایا۔(فجزاھم اللہ خیرالجزاء)

دوسرے دن بندے نے خواہش ظاہر کی کہ گجرات کی معروف درسگاہ دار العلوم ''فلاح دارین'' ترکیسر میں حاضر ہوکر اساتذہ سے ملاقات کر لیں،اور طلبۂ عزیز کو اپنے ارشاداتِ عالیہ سے مستفید فرمائیں،موصوف نے اس کو قبول فرمایا، اور ہم اس گلشنِ علمی میں حاضر ہوئے اور دار العلوم کے موقر اساتذہ سے ملاقات کر کے طلبۂ عزیز سے اجتماعی ملاقات اور پند و نصائح کی غرض سے مسجد دار العلوم میں جمع ہوئے،جس میں دار العلوم کے محترم اساتذہ و اراکن بھی شامل ہوئے۔

ناچیز نے اختصار کے ساتھ مولانا کی خدمت کا تذکرہ کر کے تعارفی کلمات

پیش کیئے،اس کے بعد مولانا کا اصلاحی خطاب ہوا، جس میں بہت قیمتی اور مفید باتیں بیان ہوئیں۔ اساتذہ میں سے بعض دوستوں نے فرمایا کہ انگلینڈ کی سر زمین پر رہتے ہوئے ایسی صاف اور شستہ اردو زبان اور عمدہ مضامین سن کر ہم کو مسرت ہوئی۔

در اصل یہ فیض ہے مولانا کے والد مرحوم حافظ ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت و دعاؤں اور دار العلوم بری کے اساتذہ کی علمی محنتوں اور شفقتوں، نیز مشائخ و اکابرین کے ساتھ ربط و تعلق کا، جس کو موصوف برابر قائم رکھے ہوئے ہیں۔ شاید ہی کوئی قابلِ ذکر عالم یا شیخ برطانیہ تشریف لائے ہوں اور مولانا نے ان کو اپنے ادارہ میں بلا کر استفادہ نہ کیا ہو، ہند و پاک کے تقریباً سب ہی معروف علماء اور مشائخ "اسلامی دعوہ اکیڈمی" اور دار العلوم "ریاض العلوم" میں تشریف لائے ہیں اور اپنے فیوضاتِ عالیہ سے طلبہ و اساتذہ کو مستفید فرمایا۔ (فجزاهم الله تعالى أحسن الجزاء)

پیشِ نظر رسالہ دار العلوم "فلاح دارین" ترکیسر ضلع سورت کی اسی مفید تقریر پر مشتمل ہے،جس کو ٹیپ ریکاڈر سے بعض مخلصین نے نقل کر کے طبع کیا ہے،مجھے اس کو پڑھنے کا موقع ملا، اور بہت مسرت ہوئی کہ یہ تقریر زیورِ طبع سے آراستہ ہوگئی اور اس کا نفع جملہ طلبہ کے لئے عام ہو گیا۔یقیناً طلبۂ عزیز کے لئے یہ ایک عمدہ تحفہ ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو صحت وعافیت کے ساتھ مدتِ دراز تک زندہ رکھے اور ان کے علمی، دعوتی اور اصلاحی فیوضات کو چھار دانگِ عالم میں پھیلائے، اللہ تعالیٰ ہمارے مدارس کے طلبہ کو اس رسالہ سے استفادہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، اللہ تعالیٰ ان عزیزوں کو بھی اجر عظیم عطاء فرمائے جنہوں نے اس مفید تقریر کو ضبط کیا اور اس کی طباعت میں حصہ لیا۔فجزاهم الله تعالىٰ عنّا وعن جميع المسلمين أحسن الجزاء ﴿وَقُلْ اعملوْا فَسَيَرَ اللهُ عَمَلَكُمْ﴾

والسلام

احقر عبد اللہ کاپودروی عفی اللہ عنہ۔

۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

مطابق ۵ اپریل ۲۰۰۸ء

تقریظ

حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوب العلماء، حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب مد ظلہ، مہتمم ریاض العلوم لیسٹر، ایک انتہائی متقی عالمِ دین ہیں۔ موصوف یو۔کے کے نوجوانوں کے مصلح اور مخلص رہنما و شیریں بیان مقرر ہیں۔ انگریزی زبان پر بھرپور قدرت کی وجہ سے عوام وخواص میں اپنے مواعظ اور پرجوش خطاب اور اصلاحی تحریکات میں بے پناہ مقبولیت کے حامل ہیں۔ موصوف بر صغیر سے برطانیہ جانے والے علماء کرام کے میزبان، ان کے پروگراموں کے ذمہ دار اور تمام کی راحت رسانی اور خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں۔ موجودہ مسائل کے حل اور معاشرے کی اصلاح کی فکر، امت کا درد اور اس کے لئے ہمہ وقت اپنے آپ کو مصروف کار رکھنا ان کا قابلِ تقلید عمل ہے۔

مدرسہ کی ذمہ داریوں اور درس و تدریس کے علاوہ امت کے نوجوانوں کی اصلاح اور ہر موضوع پر مختصر پمفلٹ تیار کر کے ان کے ہاتھوں تک پہونچانا موصوف کا بہت ہی مفید کام ہے۔ اس خاکسار نے ان کے بہت سے پمفلٹ کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرا کر مطالعہ کیا اور ان کو بہت ہی مفید پایا۔

پچھلے ماہ موصوف ہندوستان تشریف لائے تو دار العلوم فلاح دارین کو بھی وقت عنایت فرمایا۔موصوف کے ساتھ رئیسِ جامعہ، حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مدظلہ العالی بھی تشریف لائے۔ حضرت والا نے موصوف سے طلبہ کو پند و نصائح کی درخواست کی۔طلبہ و مدرسین کرام کے مجمع میں موصوف نے جو بیان دیا اس

کو قلمبند کر لیا اور مدرسین کرام و طلبۂ عزیز نے پسند کیا اور اثر لیا۔

یہ یہاں صرف دار العلوم فلاح دارین کے لئے ہی نہیں، بلکہ تمام ہی مدارسِ عربیہ کے طلبۂ کرام کے لئے ایک سوغات اور تحفہ و مربیانہ نصائح سے بھرپور ہے، اس لئے بہتر سمجھا گیا کہ اس کے پیراگراف کو مناسب عنوانات سے مزین کر کے چھاپ دیا جائے، چنانچہ وہ بیان مرتب ہوگیا ہے۔ اس خاکسار نے بھی اس کو حرفاً حرفاً پڑھا اور اہلِ علم و طلبۂ کرام کے لئے مفید پایا۔عبارت آرائی اور ادبی انداز کے تکلفات سے ہٹ کر خالص دلی درد و کرب کو کاغذ پر چسپاں کیا گیا ہے جو دل کی بات ہے، اور ایک بے چین اور اصلاح کے خوگر اور طلبہ کی تربیت اور علمی بیداری پیدا کرنے کے جذبے سے ایک علمی برادری کے فرد کی طرف سے اپنی علمی برادری کے سامنے بڑے سوز اور اضطراب کے ساتھ کہی گئی ہے۔

امید ہے کہ اہل علم اور طلبہ اس کو سرمۂ چشم و حرز جان بنائیں گے اور ہمیشہ یاد رکھیں گے اور اپنے آپ کو اس معیار پر ڈھالیں گے۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ ازجاں دوست تر دارند
جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

نصیحت کو دل کے کان سے سن اے پیارے! اس لئے کہ نیک محنت،
نوجوان، عقلمند تجربہ کار بزرگ کی نصیحت جان سے زیاہ عزیزہ رکھتے ہیں۔

ذو الفقار احمد غفر لہ

۱۳ اپریل ۲۰۰۸ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد اقبال احمد صاحب مدّ ظلہم
استاد ادب دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم برطانیہ (یورپ) میں ایک مقتدر عالم دین، کامیاب داعی الی اللہ، اور نوجوانوں کی اسلامی ذہن سازی اور اصلاحِ معاشرہ کے میدان میں فعال کارکن کی حیثیت سے جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ موصوف گرامی برطانیہ (لیسٹر) میں قائم ایک دینی درسگاہ کے بانی و کامیاب متہم بھی ہیں، نیز اپنے وقت کے مخلص مانے ہوئے مشائخ عظام کی آغوش شفقت کے پروردہ اور ان کی دیرینہ صحبتِ مبارکہ کے فیوض یافتہ ہیں۔ برطانیہ میں ان کی دینی خدمات خصوصاً نوجوانوں کی دینی تربیت کے بارے میں ان کی سرگرمیوں اور کاوشوں کا تذکرہ حضرت الاستاد، رئیس جامعہ، مفکرِ ملت، الحاج مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم سے سنتا رہتا تھا۔

امسال شوال ۱۴۲۸ھ میں جب فلاح دارین میں نئے تعلیمی سال کا آغاز ہورہا تھا اور جامعہ کے سنیرِ اساتذہ کرام اور بزرگانِ دین کی طرف سے طلبۂ کرام کو جامعہ کی قدیم روایات کے مطابق پند و نصائح سنانے کا سلسلہ جاری تھا اور ان کو تحصیل علم میں اخلاص، جد و جہد اور محنت و لگن کے ساتھ لگ جانے پر ابھارا جا رہا تھا کہ خوش قسمتی سے حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب مد ظلہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب رئیس جامعہ دامت برکاتہم کی دعوت پر فلاح دارین میں تشریف لائے، جامعہ کے ذمہ داران نے مولانا محمد سلیم صاحب مد ظلہ سے طلبہ کرام کو نصائح سنانے کی درخواست کی، چنانچہ تلاوت قرآن کریم اور حضرت رئیس جامعہ مد ظلہ کے مہمان مکرم کے بارے میں البیلے انداز سے مختصر تعارفی

کلمات کے بعد حضرت مولانا محمد سلیم صاحب نے مسجد فلاح دارین میں طلبہ اور اساتذہ کرام کے سامنے ایک بہت ہی مفید اور مؤثر بیان فرمایا جس میں انہوں نے طلبۂ کرام کو حصولِ علمِ دین کے مقاصد سے روشناس کراتے ہوئے اپنی قدر و منزلت پہچاننے کی دعوت دی، اور علمِ دین کو اس کے آداب کی رعایت کے ساتھ اساتذہ کرام کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بحث و تحقیق، مطالعہ ومحنت سے حاصل کرنے کے ساتھ عملی زندگی اختیار کرنے پر زور دیا۔

موصوف گرامی کا یہ بیان طلبہ و اساتذہ کے لئے یکساں مفید ہے،اس کے سننے کے بعد کافی دن تک طلبہ و اساتذہ پر اس کا اثر رہا۔بعض اساتذہ نے طلبہ سے اس کا خلاصہ لکھوا کر انجمنوں کے پروگراموں میں اس کو کہلوایا، میری بھی یہ تمنا تھی کہ کیسٹ کی مدد سے پورا بیان باقاعدہ چھپوا کر طلبہ میں تقسیم کیا جائے، اور اس کو موقع بموقع سنایا جاتا رہے تاکہ باغِ نبوت کے ان پودوں کو اپنا مقام یاد رہے اور علم وعمل میں ترقی کے لئے ان کے لئے مہمیز ثابت ہو۔اور علمِ نبوت کے باغ کے تناور پھلدار درخت بننے میں ان کی مدد کرے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے حد و کنار شکر و احسان ہے کہ اس نے حضرت مولانا کے شاگردوں کو اخلاص و درد سے بھرپور علمی و مفید بیان کو زیور طبع سے آراستہ کر کے علمی حلقوں کو ایک گراں مایہ سوغات پیش کرنے کی سعادت بخشی، دعاء کرتا ہوں حق سبحانہ وتعالی اس بیان کو نیز صاحبِ بیان کی جملہ دینی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نواز کر تاقیامت صدقۂ جاریہ بناوے اور ناشر و معاونین مشیرین سب کو اپنی شایانِ شان اجر سے نوازے۔

ایں دعاء از من واز جملہ آمین یاد

محمد اقبال دیولوی، فلاحی، ثم مدنی

تمہیدی کلمات

مفکرِ ملت، حضرت مولانا عبد اللہ کاپودروی صاحب دامت برکاتہم
رئیس دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین و الصلاۃ و السلام علی أشرف الأنبیاء و المرسلین، سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و أصحابہ و أتباعہ إلی یوم الدین .

أما بعد فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، ﴿قُل هل یستوي الذین یعلمون و الذین لایعلمون﴾ صدق اللہ العظیم.

قابلِ احترام اساتذہ کرام اور میرے عزیز طلبہ! مجھے اس وقت آپ کے سامنے کوئی تقریر نہیں کرنی ہے، میں بہت خوش ہوں اور یقیناً آپ حضرات کو بھی مسرت ہوئی ہو گی کہ آج ہمارے اس دار العلوم میں برطانیہ کے شہرِ لیسٹر کے عالم دین اور داعی الی اللہ، شیخ مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم العالیہ تشریف لائے ہیں۔ مولانا کا وطن یہی گجرات ہے، بلسار ضلع میں بھوریا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک عجیب بات فرمائی تھی کہ اللہ تعالی کا ایک عجیب و غریب نظام ہے کہ وہ عبقری شخصیتیں عموماً چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں پیدا فرماتا ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نانوتہ میں پیدا ہوئے، کوئی گنگوہ میں پیدا ہوا تو کوئی انبھیٹہ میں۔ تو میں ابھی آتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ بھوریا کتنا چھوٹا سا گاؤں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک شخص کو پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ قدرت والے ہیں جس سے کام لینا چاہتے ہیں اس سے عجیب و غریب کام لیتے ہیں۔

دار العلوم بری میں تعلیم حاصل کی، بہت محنت سے پڑھا اور اعلی نمبرات

سے کامیاب ہوتے رہے۔ اپنے اساتذہ کی خدمت کی اور اساتذہ مولانا سے خوش رہے۔ انہوں نے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے اپنی مادرِ علمی دار العلوم بری میں تدریس کی خدمت انجام دی اور اپنے والد کے انتقال کے بعد جب والدہ کی خدمت کی غرض سے اپنے وطن لیسٹر منتقل ہوئے تو اسلامی دعوہ اکیڈمی کی بنیاد ڈالی اور انگریزی میں کام شروع کیا۔مولانا انگریزی بہت اچھی جانتے ہیں،چونکہ وہاں انگلینڈ میں بڑے ہوئے ہیں،اور اردو زبان پر بھی بہت اچھا قابو ہے۔ کل کاپودرا میں تقریر ہو رہی تھی تو میں بہت غور سے سن رہا تھا، میں نے کہا کہ دیکھو یہ شخص برطانیہ میں مقیم ہے لیکن ان کی پوری تقریر میں شاید ایک یا دو لفظ کے علاوہ ایک بھی انگریزی کا لفظ نہیں۔ چونکہ ہم لوگ مدرس ہیں اور ہمیں اس قسم کی چیزوں سے واسطہ رہتا ہے اس لئے ان چیزوں پر ہمارا دھیان رہتا ہے۔ تو میں نے محسوس کیا کہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے اردو زبان کے ساتھ بھی بڑا تعلق نصیب کیا ہے۔

اپنے مدرسہ میں مدرس بھی ہیں، بخاری شریف پڑھاتے ہیں،ایک انگریزی رسالہ ریاض الجنّہ کے نام سے نکالتے ہیں،کئی چھوٹے چھوٹے پمفلٹ (pamphlet) شائع کر کے انہوں نے پورے ملک میں پھیلائے،اور انہونے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ وہاں کے نوجوانوں کو اپنے اور دین کے قریب کیا۔یہ ایک بہت بڑا کام ہے جو اس وقت علماء کو کرنا ہے کہ ہماری نوجوان نسل کے دین کی حفاظت ہوجائے۔

ہم ہمیشہ ایک بات کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں مدارس میں جو طلبہ آرہے ہیں ان کی تعداد مسلم بچوں کی کل تعداد میں سے دس فیصد ہے،نوّے فیصد ا سکولوں اور کالجوں میں جا رہے ہیں،ہماری محنت ان پر تو ہو رہی ہے جو ہمارے پاس آ رہے ہیں،لیکن وہ نوے فیصد جو کالجوں میں،اسکولوں میں یا یونیورسیٹی میں جا رہے ہیں،آخر ان کا کیا؟ ان کو کس طرح دین کے ساتھ وابستہ کیا جائے؟ جناب محمد رّسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی محبت ان کے دلوں میں کیسے پیدا کی جائے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت سے یہ کام لیا۔ نوجوانوں کے ساتھ رات کو بارہ بارہ

ایک ایک بجے تک بیٹھتے ہیں،ان پر محنت کرتے ہیں اور دین کے قریب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نوجوان ٹیلیفون کے ذریعہ مولانا سے اپنے مسائل کا حل معلوم کرتے ہیں۔سال میں ایک مرتبہ Youth Conference منعقد کرتے ہیں، نوجوانوں کا جلسہ ہوتا ہے، جس میں تقریباً چار پانچ ہزار نوجوان شرکت کرتے ہیں۔

تو ایک طرف اکیڈمی کا کام ہے،ایک طرف نشریات کا کام ہے،ایک طرف دار العلوم قائم کیا ہے، جہاں الحمد للہ دورہ تک تعلیم ہوتی ہے اور تعلیم کے ساتھ تربیت کا خاص اہتمام ہے۔ اگر آپ وہاں چلے جائیں تو آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ آپ جلال آباد یا سہارنپور کے طلبہ کو دیکھ رہے ہیں۔ انگلینڈ کے طلبہ کو اس طرح تربیت دینا کہ صلحاء والا لباس ہو، عمامہ باندھے ہوئے ہوں،اساتذہ اور مہمانوں کے ساتھ بہت ہی مہذب طریقہ سے پیش آتے ہوں،خدمت کے لئے دوڑتے ہوں،یہ معمولی کام نہیں ہے۔

میں Canada میں ہمارے Toronto سے بہت دور ایک شہر میں رویدرا والے مولوی الیاس صاحب کی دعوت پر گیا تھا، وہاں ایک صاحب ہیں جن کا اصل وطن پاکستان ہے،وہ بیچارے اپنے لڑکے کی تعلیم کے بارے میں بہت ہی پریشان تھے، انہوں نے کہا کہ مولانا میرا ایک لڑکا ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ اس کو عالم بناؤں، میں نے ایک مدرسہ میں داخل کیا تھا لیکن میں کامیاب نہیں ہو سکا، میری اب بھی چاہت ہے کہ اس کو کسی جگہ بھیجوں تاکہ علمِ دین حاصل کرے، میں نے ان سے کہا کہ ان شاء اللہ تعالی ضرور انتظام کریں گے اور میں نے مولانا کے مدرسہ کا مشورہ دیا کہ ان کو لیسٹر انگلینڈ بھیج دو، میں نے مولانا کو فون کیا کہ ایک بچہ ہے اور اس کے والد کو اسے پڑھانے کی بڑی تڑپ ہے، لہٰذا آپ اس کو اپنی تربیت میں قبول فرمالیں۔ مولانا نے داخلہ دے دیا اور visa حاصل کر کے وہ مولانا کہ یہاں چلا گیا۔ایک سال کے بعد جب وہ گھر اپنے والد کے پاس گیا تو اس کے والد نے دیکھا کہ اس کی تو حالت ہی بدل گئی ہے۔ ان کا میرے اوپر فون آیا اور ابھی بھی جب وہ فون کرتے ہیں تو روتے ہیں کہ مولانا آپ کا احسان ہے کہ

میرے بیٹے کی زندگی بدل گئی۔ان کے سب احباب اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمر کی ایک سال میں یہ حالت ہوگئی۔اچھا وہ اپنے نوجوان بھائیوں کو اور دوسرے رشتہ داروں کو متوجہ کرتے ہیں کہ بھائی! یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے اور یہ سنت کے خلاف ہے،تو سب کو تعجب ہورہا تھا کہ صرف ایک سال وہاں رہ کر ہم پر محنت کرنے لگاہے۔ تو نوجوان کی زندگی کو محنت کر کے اس طرح بدلنا بڑا کام ہے۔

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے ان مدرسوں میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ اگر ہمارے علماء اخلاص کے ساتھ طلبہ پر محنت کرتے ہیں تو زندگیاں بدل جاتی ہیں،اور یہ ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ان کی علمی و عملی تربیت کریں۔ تو حضرت اپنے مدرسہ میں طلبہ پر محنت کرتے ہیں اور ان کی تربیت کرتے ہیں،اور اس کے علاوہ ا سکول، کالج اور یونیورسیٹی جانے والے بچوں کی تربیت کے لئے بھی خوب کوشش کرتے ہیں۔

رمضان المبارک میں اعتکاف کا سلسلہ بھی ہوتا ہے، برطانیہ جیسی جگہ میں ڈیڑھ سو دو سو آدمیوں کا معتکف ہونا، یہ بڑی بات ہے۔ ان کے یہاں ختمِ قرآن ہو یا بخاری شریف کا جلسہ ہو، لوگ اس کثرت سے مسجد میں جمع ہوتے ہیں کہ جگہ ہی نہیں رہتی، اوپر نیچے سب full ہوتا ہے۔

میں جب بھی برطانیہ جاتا ہوں لیسٹر ضرور جاتا ہوں اس لئے کہ مولانا کی محبتیں ہیں اور مولانا کا ہمارے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ اور میرا اپنا تجربہ ہے کہ میں نے جن اکابرِ علماء سے مولانا کے مدرسہ میں جانے کے لئے کہا وہ گئے اور مدرسہ اور اکیڈمی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مولانا تقی الدین صاحب ندوی مدظلہ نے ابھی قریب میں مجھ سے کہا کہ میں دوبارہ لیسٹر جاؤں گا تو مولانا ہی کے یہاں ٹھیرونگا، وہ اتنے خوش تھے۔ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضراتِ اکابر سب وہاں گئے اور خوش ہوئے اور موجودہ اکابر بھی جاتے ہیں اور بہت خوش ہوتے ہیں۔

اور پھر یہ بات کہ مولانا ہمارے اکابرین کے نہج پر چل رہے ہیں۔اللہ والوں کے ساتھ مولانا کے تعلقات ہیں۔ حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل، حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا سے بہت محبت فرماتے تھے،ان کی مولانا پر بہت شفقت تھی، اور مولانا کو بہت اچھے اچھے مشورے دیتے تھے اور رہنمائی فرماتے تھے۔ تو اکابرین و اساتذہ کی توجہات اور والدین کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مولانا سے اس عمر میں بہت کام لیا اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ان کی اور اس طرح کے دوسرے نوجوان علماء کی زندگیوں میں برکت دے۔

میرے دوستو! یہ سب ہمارے اکابرین کے اخلاص کا نتیجہ ہے کہ آج انگلینڈ میں،امریکہ میں،افریقہ میں اور دنیا کے ہر خطہ میں مدارس ہیں اور علم وعمل کے لئے محنت ہورہی ہے۔ میں Los Angeles کی ایک مسجد میں عشاء کی نماز پڑھنے گیا، وہاں ایک عالم قرآنِ مجید کی تفسیر کر رہے تھے،میں بھی شریک ہو گیا، میں نے دیکھا کہ وہ قرآن شریف کی آیت کی تشریح کرتے ہوئے، تھوڑی دیر عربی میں تقریر کرتے ہیں، پھر تھوڑی دیر انگریزی میں اور پھر اردو میں،اس لئے کہ ان کے درس میں مختلف قسم کے لوگ تھے۔ میں نے سوچا یہ تو بڑا قابل آدمی ہے،جب درس ختم ہوا تو میں نے اٹھ کر ان سے ملاقات کی۔گفتگو کے دوران جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ میرا تعلق علماء دیوبند سے ہے تو انہوں نے مجھے سینہ سے لگایا۔وہ کبھی دیوبند آئے نہیں ہیں،لیکن میں نے ان کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ وہ علماء دیوبند کے عاشق ہیں۔ مجھ سے وہ کہنے لگے کہ مولانا! یہ جو کچھ روشنی نظر آ رہی ہے،علماءِ دیوبند کی وجہ سے ہے۔ اللہ ہمارے ان اکابرین کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ ان کا اخلاص، ان کی فنائیت، ترکِ دنیا، ایسے اوصاف تھے کہ یہ جو کچھ علم وعمل کی صورت میں آج نظر آ رہا ہے،سب اسی کی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاءِ خیر عطا فرمائے اور تمام مراکز دینیہ کی کفالت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق نصیب فرمائے کہ ہم اپنے اسلاف کے منہج کو ٹھیک سے

سمجھیں اور اس کے مطابق کام کریں۔

ہمارے لئے بہت خوشی کی بات ہے کہ ایک حدیث کے مدرس، داعی الی اللہ اور نوجوانوں کو دین کے قریب کرنے والی شخصیت کی ہمارے دار العلوم میں آمد ہوئی ہے، گذشتہ کل کاپودرا تشریف لائے تھے، ہم نے کہا ترکیسر فلاحِ دارین بھی جانا چاہیئے، تو انہوں نے کہا کہ مجھے بھی وہاں کے اساتذہ و اکابر اور طلبہ سے ملاقات کرنی ہے۔ میں نے کہا کہ میں بھی ساتھ چلونگا۔آپ حضرات جانتے ہیں کہ میں بیمار ہوں، میرے لئے آنا دشوار تھا، مجھے سفر میں تکلیف ہوجاتی ہے، لیکن میں نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ضرور جاؤنگا، آپ تشریف لائے ہیں تو مولانا سے ہم درخواست کریں گے کہ اپنے ملفوظات سے ہمیں مستفید فرمائیں۔ ہم اللہ تعالی سے دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ان کی عمر میں خوب برکت عطا فرمائے اور ہمارے تمام اداروں کی حفاظت فرمائے۔

میرے دوستو! ہمارے اکابر نے یہ ادارے جس مقصد کے لئے قائم کئے ہیں ہمیں اس پر قائم رہنا ہے۔ ہم اس علم کو دنیا کے لئے نہ پڑھیں، اس لئے کہ دنیا تو مل کر رہے گی۔اس علم کو اگر اللہ کے لئے پڑھیں گے اور پڑھائیں گے اور اللہ کے دین کی اشاعت کی نیت کریں گے تو ان شاء اللہ العزیز ہمارے طلبہ میں سے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو آخرت میں ہم سب کی نجات کے لئے کافی ہوگا۔
جزاکم اللّٰہ۔

طالبِ علم کے مقاصد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ للهِ وَكَفٰى والصلوة وَالسَلاَم عَلَى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الأَنبِيَاء وَعَلَى اٰله الاَصفِيَاءِ وَاَصحَابه الاَتقِيَاءِ، اَمَّا بَعدُ: فَقال النبي صلى الله عليه وسلم: حامل القرآن حامل راية الإسلام، من أكرمه فقد أكرم الله، و من أهانه فعليه لعنة الله، أو كما قال رسول الله صلّى الله عليه و سلّم

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي، يَفقَهُوا قَوْلِي، سُبْحَانَكَ لا عِلْمَ لَنَا إِلا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ- اللهم انفَعنَا بِمَا عَلَّمتَنَا وَعَلِّمنَا مَا يَنفَعُنَا.

إِنَّ اللَّهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا، اللهم صلّ و سلّم و بارك على سيّدنا و مولانا محمّد و على آله و أصحابه و أتباعه و أزواجه و ذرياته-

میرے بہت ہی پیارے اور عزیز طلبہ! چونکہ اربابِ علم و فضل کا مجمع ہے، یہاں بڑے بڑے علماء موجود ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی صاحب دامت برکاتہم اور دیگر اساتذہ کرام حفظہم اللہ تعالیٰ اور پھر میرے مربی، میرے مشفق، میرے والد، ہم سب کے بڑے حضرت مولانا عبد اللہ صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما ہیں،اور میں ہر اعتبار سے خالی ہوں،اس لئے طبیعت بہت مجوب ہو رہی ہے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عذر بھی پیش کیا، مگر ان کے حکم کی وجہ سے مجھے مجبور ہو کر بیٹھنا پڑا۔اللہ تعالی بزرگوں سے سنی ہوئی اور بزرگوں کی پڑھی ہوئی ایسی باتیں کہنے کی توفیق عطا فرماہیں جو میرے لئے بھی نافع بنے،اور آپ سب میرے ساتھیوں کے لئے بھی نافع بنے۔

عزیز طلبہ! میں بھی آپ حضرات ہی کی طرح ایک طالبِ علم ہوں اور

طالبِ علم کو چاہیئے کہ وہ اپنے مقصد کو سمجھے اور مقصد کو سمجھ کر ہر وقت اپنے مقصد کے حصول کی فکر میں لگا رہے۔

طالبِ علم کسے کہتے ہیں؟

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ طالبِ علم اسے کہتے ہیں جس کے دماغ میں ہر وقت کوئی علمی سوال گردش کرتا رہتا ہو، جب وہ درسگاہ میں ہے، جب وہ تکرار میں ہے، مطالعہ میں ہے، تفریح کے لئے نکلتا ہے، بستر پر لیٹا ہوا ہے، ہر وقت کوئی نہ کوئی سوال دماغ میں گردش کر رہا ہو۔

زندگی کے وہ لمحات کیا کام کے جو کسی علمی مشغلہ میں نہ گزریں

میں نے مفتی اعظم پاکستان، حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے سنا کہ حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اخیری ایام میں علیل چل رہے تھے، ڈاکٹروں نے گفتگو سے روک رکھا تھا، ملاقاتیں بند تھیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، قاری طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کی آمد و رفت رہتی تھی۔ یہ سب حضرت کے بڑے بڑے خلفاء تھے۔ حضرت اس حالت میں بھی لیٹے لیٹے اچانک ہی ان بڑوں میں سے کسی کو یاد فرماتے تھے کہ مولوی طیّب ہیں؟ عرض کیا جاتا تھا کہ ہاں ہیں، فرماتے کہ بلاؤ ان کو، جب حاضر خدمت ہوتے تو فرماتے کہ تم فلاں چیز پر کام کر رہے ہو، ابھی لیٹے لیٹے فلاں حدیث پر غور کر رہا تھا، تو ایک بات میرے قلب پر وارد ہوئی وہ تمہارے اس مضمون میں کارآمد ہو گی اور پھر حضرت اس کی تقریر فرماتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر گزرتی، فرماتے کہ مفتی محمد شفیع صاحب ہیں؟ مفتی صاحب کو بلایا جاتا، پھر حضرت اسی طرح کی کوئی بات فرماتے کہ تم احکام القرآن پر کام کر رہے ہو، ابھی ابھی میں فلاں آیت پر غور کر رہا تھا تو اس میں ایک عجیب بات میرے قلب پر وارد ہوئی، تمہیں کام آئے گی، اسے نوٹ کر لو۔ حضرت کے بھتیجے تھے مولانا شبیر

علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کی خانقاہ کے ناظم تھے اور حضرت ان سے بہت محبت فرماتے تھے اس لئے وہ جرأت کر کے کچھ باتیں حضرت کی خدمت میں عرض کر لیتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! ڈاکٹروں نے منع کر رکھا ہے اور آپ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اِس کو بلاتے ہیں،اُس کو بلاتے ہیں،اور علمی کاموں میں مشغول ہیں؟ آپ اس وقت آرام فرمائیں۔ تو حضرت حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت ایک ٹھنڈا سانس لیا اور ارشاد فرمایا ''مولوی شبیر علی! زندگی کا وہ لمحہ کس کام کا جو کسی دینی یا علمی مشغلہ میں نہ گزرے۔'' اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی توفیق عطا فرمائیں۔

علامہ کشمیریؒ کا ملفوظ کہ مطالعہ کتب بھی ایک مرض ہے

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تو بہت ہی مشہور ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نوّر اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ افواہ پھیلی کہ حضرت کا انتقال ہو گیا، ہم لوگ دوڑے ہوئے حضرت کے گھر پہونچے،دیکھا تو حضرت چوکی پر بیٹھے ہوئے ہیں،سامنے ایک تکیہ ہے،تکیہ پر کوئی کتاب رکھی ہوئی ہے اور حضرت اس کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نوّر اللہ مرقدہ نے عرض کیا کہ حضرت! وہ کونسی بحث رہ گئی ہے کہ اس ضعف اور نقاہت کے عالم میں بھی آپ اتنی مشقت برداشت کر کے کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ اور اگر کوئی بحث ایسی ہو تو اس کی فوری ضرورت کیا پیش آ گئی ہے کہ اسے چند روز مؤخر نہیں کیا جاسکتا اور اگر فوری ضرورت پیش آہی گئی تھی تو ہم خدام کس کام کے؟ آپ ہمیں بلا لیتے،تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نظر اُٹھا کر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا ''مولوی شبیر احمد! یہ بھی تو ایک روگ ہے،اس روگ کا کیا کروں؟''

تو طالبِ علم اسے کہتے ہیں جو ہر وقت علمی جستجو میں رہتا ہو۔اور یہ اس کے مقصد کا ایک اہم حصہ ہے،لہٰذا اس مقصد کو سمجھ کر ہر وقت اس کے حصول کے

لئے کوشاں رہنا چاہیئے۔ یہ علم میرے عزیزو! بغیر محنت کے،بغیر کوشش کے،بغیر قربانی کے حاصل ہونے والی چیز نہیں ہے۔

اَلعِلمُ شَحِیحٌ، لاَ یُعطِیكَ بَعضَه حَتّٰی تُعطِیَه کُلَّكَ

علم بخیل ہے، جب تو اس کے لئے اپنے کو پورا کھپائے گا تب جا کر کہیں تجھے اس کا تھوڑا سا حصہ ملے گا۔

یہ باتیں،میرے عزیز طلبہ! ہم اپنے اساتذہ سے باربار سنتے رہتے ہیں،لیکن جو باتیں باربار سننے میں آتی ہیں،ان کی طرف توجہ کم ہی ہوتی ہے،حالانکہ یہ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

حصولِ علم کے لئے سب قربان کرنا پڑے گا

علم حاصل کرنے کے لئے سب کچھ قربان کرنا پڑے گا، اپنی منشا، اپنی مرضی، اپنی راحت، اپنا وطن، ماں باپ، اپنی رائے،سب کچھ قربان کرنا پڑے گا۔

لَو کَانَ هٰذَا العِلمُ یدرَك بالمنی
لا یبقین عَلَی البَریةِ جَاهِل
فَاجهَد وَ لاَتَکسَل وَ لاَتَك غَافِلا
فَنَدَامَةُ العُقبٰی لِمَن یتَکَاسَلُ

اگر یہ علم امیدوں سے اور تمناؤں سے حاصل ہو جاتا تو اس روئے زمین پر کوئی جاہل نہ رہتا۔

ہر شخص کی یہ امنگ اور تمنا ہوتی ہے کہ وہ محدّث ہوتا، مفسر ہوتا، مفتی ہوتا، صاحب علم ہوتا اور جب یہ بات ہے تو ظاہر ہے کہ ایک شخص بھی روئے زمین پر جاہل نہ رہتا، لیکن چونکہ یہ علم صرف تمناؤں اور امنگوں سے بغیر کوشش کے، بغیر محنت کے، حاصل نہیں ہو سکتا، فَاجْهد لہٰذا کوشش کر، محنت کر، وَ لاتَکْسَل سستی کا برتاؤ مت کر، وَ لاَتَكُ غَافِلاً اور غافل مت بن، فَنَدَامَةُ العُقبٰی لِمَن یَتَکَاسَلُ اس لئے کہ مستقبل کی ندامت اس کے ساتھ رہتی ہے جو طالبِ علمی کے زمانہ میں سستی کا برتاؤ کرتا ہے۔

تو ہم سب طالب علموں کو چاہیئے کہ اپنے مقصد کو سمجھیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ہر وقت علم کے لئے کوشش میں ہوں اور زیادہ سے زیادہ علمِ دین کو حاصل کر لیں۔ ہر فن میں پختگی ہو، نحو میں، صرف میں، علمِ بلاغت میں، باقی فنون اور علوم میں، اور یہ بغیر محنت اور کوشش کے حاصل نہیں ہوگا۔

علم کے ساتھ عملی زندگی بھی ضروری ہے

پیارے طلبہ! یہ ہمارے مقصد کا پہلا حصہ ہے : زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ اس حاصل شدہ علم پر زیادہ سے زیادہ ہم عمل کریں۔ علم، عمل کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عمل کے لئے پیدا کیا ہے اور عمل چونکہ علم پر موقوف ہے، بغیر علم کے عمل ہو نہیں سکتا، اس لئے علم کی بڑی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ علم ہے عمل نہیں ہے تو ایسا شخص قیامت کے دن زبردست پکڑ میں آئے گا۔ اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔

ہمیں علمِ نبوت کے باغ میں جگہ ملی ہے

میرے عزیزو! علم ہے عمل نہیں تو یہ بیکار ہے۔ اَلعِلمُ بِلاَ عَمَلٍ کَالشَّجَرِ بِلاَ ثَمَرٍ، علم بغیر عمل کے ایسا ہی ہے جیسا کہ درخت بغیر پھل کے۔ اگر کسی باغ میں آم کے پچاس درخت لگا دیئے جائیں اور ان میں سے پینتالیس بارآور ہوں اور باقی بے پھل تو اس باغ کا مالک کیا کرے گا؟ ایک سال انتظار کرے گا، دو سال انتظار کرے گا، تیسرے یا چوتھے سال وہ ایسے درختوں کو اکھیڑ کر پھینک دے گا۔ تو اسی طرح میرے بھائیو! ہمیں بھی علمِ نبوت کے باغ میں جگہ ملی ہے، یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے، اس کی قدر کر لو۔

اَلعُلَمَاء وَرثۃ الاَنبِیَاء (احمد، مسند الانصار، حدیث ابی درداء رضی اللہ عنہ)

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

کتنا بڑا اعزاز، اہل علم انبیاء کے وارث ہیں، انہیں علمِ نبوت کے باغ میں جگہ

ملی ہے۔ اب یہ درخت تناور تو ہوجاتا ہے مگر پھلدار نہیں ہوتا، تو اللہ تعالیٰ کو نبوت کے گلشن میں ایسے درخت کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا شخص دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔عالم بن کر دنیا کا طالب ہو جائے،عالم بن کر مال و متاع کا طالب ہو جائے،عالم بن کر جاہ کا طالب ہو جائے،یہ درخت مثمرِ ثمرات نہیں۔ ایسے درخت کو اکھیڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو چاہے عزت کی نظر سے دیکھتا رہے لیکن لوگوں کی نظروں میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

حصولِ علم کے لئے ذلت ہی عزت کا زینہ ہے

میرے عزیز طلبہ! میں پھر مکرر عرض کرنا چاہتا ہوں،علم کے حصول کے لئے محنت کرو، جفاکشی اختیار کرو، ذلّت اختیار کرو، کچھ بھی کرنا پڑے کرو اس لئے کہ یہ بڑی عزت کی چیز ہے۔اَلعِلمُ عِزٌّ لاَ ذُلَّ فِیهِ، علم عزت ہی عزت ہے، اس میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ذلّت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

﴿یَرۡفَعِ اللهُ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَالَّذِینَ اُوتُوا العِلمَ دَرَجَات﴾
(المجادلة: ۱۱)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اور اہل علم کے درجے بلند کرے گا۔

لیکن حصولِ علم کے دوران ذلت، تواضع اور پستی چاہئے، يَحصُلُ بِذُلٍّ لاَ عِزَّ فِیهِ، علم حاصل ہوتا ہے ذلت اختیار کرنے سے،حصولِ علم کے وقت عزت اور شان و شوکت مناسب نہیں۔

حصولِ علم کے وقت ذلت چاہیئے، پستی چاہیئے،اپنے اساتذہ کرام کے سامنے تواضع چاہیئے،انکساری چاہیئے،دل میں ان کی محبت چاہیئے،دل میں ان کی عقیدت چاہیئے،دل میں ان کا احترام چاہیئے،اگر کوئی اکڑ کے ساتھ، خود رائی کے ساتھ، شان و شوکت کے ساتھ علم حاصل کرنا چاہے گا تو ناکام ہوگا۔

طالبِ علم مدرسہ میں داخل ہو، دخیل نہ ہو

کل میں نے کھروڈ کے مدرسہ میں بھی عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ طالبِ علم کو مدرسہ میں داخل تو ہونا چاہیئے، دخیل نہیں ہونا چاہیئے یعنی مدرسہ میں پڑھنے کے لئے داخلہ تو لے، مدرسہ کے امور میں دخیل نہ بنے۔ یہ کتاب فلاں استاد کے پاس ہوتی تو اچھا ہوتا اور فلاں کے پاس نہ ہوتی تو اچھا ہوتا، یہ کتاب اس طرح پڑھائی جاتی تو اچھا ہوتا، یہ کتاب داخلِ نصاب نہ ہوتی تو اچھا ہوتا، اگر تقریر مختصر ہوتی تو اچھا ہوتا، اگر تقریر طویل ہوتی تو اچھا ہوتا، یہ استاد اس فن میں کچھ کمزور ہے، ان کے پاس یہ کتاب نہ رہتی تو اچھا ہوتا، فلاں وقت مطالعہ کا ہوتا تو اچھا ہوتا، تکرار کا وقت اگر اتنے بجے شروع ہوتا تو اچھا ہوتا۔ یہ کام ہمارا نہیں ہے، یہ مہتمم صاحب کا کام ہے، یہ منتظمین کا کام ہے، یہ اساتذۂ کرام کا کام ہے۔

تو حضرت کا یہ ملفوظ نقل کر کے میں نے وہاں یہ عرض کیا کہ ہم سب نے یہ حدیث پڑھی ہے کہ:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰہُ یُعطِی (البخاری، کتاب العلم، بَاب مَنْ یُرِدْ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ)

میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا اللہ ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ استاد قاسم ہے، استاد علم دیتا نہیں ہے، علم تو اللہ دیتا ہے، استاد تو تقسیم کرنے والا ہے، ایک ذریعہ ہے۔

استاد کا ادب اور ایک قیمتی مشورہ

میرا دل یہ کہتا ہے کہ کسی بھی فن کی کوئی کتاب کمزور سے کمزور استاد کے ذمہ لگادی گئی ہو اور طالبِ علم یہ سمجھ کر کہ ہمارے بڑوں کا یہی مشورہ ہے، یہی فیصلہ ہے، اس استاد کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اس کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے، طلبِ علم کے تمام آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اپنی طاقت کے مطابق محنت اور کوشش کر لے گا تو اللہ تعالی اسی استاد کے قلب سے ایسا فیضان فرمائیں گے کہ

عقل حیران رہ جائے گی۔

بڑائی حصولِ علم میں رکاوٹ ہے

عزیز طلبہ! آج ہم طالبِ علموں کا بڑا روگ یہ ہے کہ ہم خود رائی کے مرض میں مبتلا ہوگئے،ہماری خواہش یہ ہے کہ ہر چیز میں ہماری رائی چلنی چاہیئے۔ یہ اکڑ اور بڑائی علم میں رکاوٹ ہے۔ یہ علم اپنے آپ کو فنا کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، نقوش تو حاصل ہو جائیں گے،الفاظ حاصل ہو جائیں گے،کوئی طالبِ علم اوّل نمبر سے پاس تو ہو جائے گا لیکن اسے علم کا نور حاصل نہیں ہوگا، وہ علمِ نبوت کا حقیقی معنی میں حامل نہیں ہوگا، علم کی شکل ہو گی مگر حقیقت سے محروم ہوگا اور ایسے طالبِ علم سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کا کام نہیں لیتے۔

استاد کے ادب و عظمت کا ایک عجیب واقعہ

اس لئے اپنی رائی کو، اپنی ذات کو، فنا کرو اور تمام آداب کا پورا خیال رکھو۔ پہلے زمانہ میں استاد کے ادب کا کتنا خیال رکھا جاتا تھا اس کا ایک واقعہ سنئے! حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اپنے خاص شاگرد کو بلایا اور فرمایا کہ میرے کمرے میں جاؤ اور الماری پر سے اوراق لے آؤ! طالبِ علم نے سوچا ہوگا کہ کمرے میں اگر دو تین الماریاں ہوں اور ہر ایک پر اوراق رکھے ہوئے ہوں تو مجھے دوبارہ آنا پڑے گا، حضرت کو زحمت ہو گی اور تاخیر بھی ہو گی، لہٰذا اسی وقت تعیین ہو جانی چاہیئے۔ اس نے پوچھا کہ حضرت! کمرہ کے کس جانب کی الماری سے؟ تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایاکہ تم میرے پاس کتنے سال سے ہو؟ اس نے کہاکہ حضرت! آٹھ سال سے،کہا کہ آٹھ سال میں کتنی مرتبہ میرے کمرے میں آنا ہوا؟ اس نے کہا حضرت! درجنوں مرتبہ، کہاکہ تمہیں اب تک اتنا معلوم نہیں کہ میرے کمرے میں ایک ہی الماری ہے؟ طالبِ علم نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کے کمرے میں جب جب بھی میری حاضری ہوئی ہے آپ کی موجودگی میں ہوئی اور میرا معمول ہے کہ اپنے استاد کی موجودگی میں اپنی نظر نیچے

سے اوپر نہیں اٹھاتا، اسی وجہ سے مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کے کمرے میں الماریاں کتنی ہیں۔ اللہ اکبر! کتنا ادب!

ہماری الٹی سوچ

ان حضرات سے زیادہ ادب کے محتاج ہم ہیں،اس لئے کہ وہ تو خیر کے زمانہ کے لوگ تھے، ان کے قلوب صافی تھے، انہیں اساتذہ کی توجہ کی اتنی ضرورت نہیں تھی جتنی ہمیں ہے، لہٰذا ہماری زندگی میں اس سے بھی زیادہ ادب ہونا چاہیئے، مگر ہم الٹا سوچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا زمانہ خیر کا تھا لہٰذا انہوں نے جتنا ادب کر کے دکھایا ہم اس گئے گزرے دور میں کیا کرسکیں گے۔ نہیں میرے بھائیو! ہمارے زمانہ میں زیادہ ادب کی ضرورت ہے اس لئے کہ ہمارے قلوب صافی نہیں ہیں اور حصولِ علم میں کامیابی کے لئے ہم ہمارے اساتذہ کی توجہ کے ان کے بہ نسبت زیادہ محتاج ہیں۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اَلعِلمُ عِزٌّ لاَ ذُلَّ فِیہ، یَحصُلُ بِذُلّ لاَ عِزَّ فِیہِ، یہ علم عزت کی چیز ہے مگر حاصل ہوگا ذلت کے ساتھ، اس لئے اپنی رائی کو فنا کر کے اپنے اساتذہ کے تابع رہ کر علم میں منہمک ہو جاؤ۔

مدارس کا حال کالج جیسا ہو رہا ہے

آج کل تو حال یہ ہے کہ اگر کسی استاد کا دل مکدر ہو جاتا ہے تو اس کی طالبِ علم کو کوئی پرواہ نہیں۔ مدارس کا ماحول بالکل کالج اور یونیورسٹی جیسا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مزاج یہ بن گیا ہے کہ ہم تو درسگاہ میں پڑھنے کے لئے آتے ہیں، استاد اپنا لیکچر دے دے اور اس لیکچر میں سے جو چیز ہم نوٹ کرسکیں کرلیں،اپنے ذہن میں جتنا اتار سکیں اتار لیں، ہم تو معلومات حاصل کرنے کے لئے استاد کے پاس آتے ہیں، باقی استاد راضی ہو ناراض ہو اس سے کوئی سروکار نہیں، مجھ سے اگر ناراض ہے تو باقی ساتھیوں سے تو نہیں،اور جب ان کے سامنے تقریر کرے گا تو میں بھی سن لوں گا اور علم میری طرف بھی منتقل ہو جائے گا۔ نہیں میرے

بھائیو! یہ بہت غلط خیال ہے۔ یہ علم یونیورسٹیوں اور کالجوں والا علم نہیں ہے، یہ علم الفاظ سے منتقل نہیں ہوتا، یہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہے اور جب تک استاد کا دل آپ سے صاف نہیں اور آپ کا دل استاد سے صاف نہیں،اس وقت تک ایک دل سے دوسرے دل میں علم منتقل نہیں ہوگا۔اسی وجہ سے میں اپنے یہاں طالبِ علموں سے کہا کرتا ہوں کہ اگر کوئی استاد کسی بات پر ناگواری کا اظہار کرے اور آپ کو یہ محسوس ہو کہ استاد کا دل مکدر ہوا ہے تو تمہیں سونے سے پہلے پہلے استاد کا دل صاف کر لینا چاہیئے۔ اور کبھی ایسا کوئی واقعہ پیش آجاتا ہے جس میں طالبِ علم سستی کا مظاہرہ کرتا ہے تو سرزنش کرتا ہوں کہ تمہارے استاد محترم صبح سے ناراض ہیں اور ابھی تک تم ان کے ساتھ اپنا معاملہ درست نہیں کرسکے۔

استاد کیسے شفیق ہونے چاہیئے؟

پیارے طلبہ! استاد تو بہت مشفق ہوتا ہے،بہت مشفق۔میرے بہت محبوب مرشد، حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ایک لکھ پتی باپ اپنے بیٹے کے لئے یہی تمنا کرتا ہے کہ وہ کروڑ پتی بن جائے۔ تو حضرت یہ فرمایا کرتے تھے کہ اسی طرح شیخ کا اور استاد کا معاملہ ہے۔ استاد جب پڑھانے کے لئے بیٹھتا ہے تو اس کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ میں ترمذی شریف پڑھاتا ہوں تو میرا شاگرد مشکوۃ شریف تک ہی رہنا چاہیئے،اس کے دل میں یہ تمنا ہوتی ہے کہ میں تو ترمذی شریف تک پہنچ گیا ہوں کاش کہ میرا یہ شاگرد بخاری شریف تک پہنچ جائے۔ اور شیخ کو جو مقام حاصل ہوا ہے روحانیت کا اس کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ میرا مرید مجھ سے کم درجہ کا رہے،اس کے دل میں ہمیشہ یہی تمنا رہتی ہے کہ میرا مرید مجھ سے بھی آگے نکل جائے۔ یہ بہت مشفق ہوتے ہیں۔ یہ کبھی ہمیں ڈانٹتے ہیں، ہم سے ناراض ہو جاتے ہیں تو ہمیں متوجہ کرنے کے لئے، ہمیں متنبہ کرنے کے لئے، ہمیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے،یہ ہمارے دشمن نہیں۔

استاد کی تنبیہ پر خوشی

ایک زمانہ تھا کہ جب کوئی استاد کسی طالبِ علم کو تنبیہ کرتا تھا، ڈانٹ ڈپٹ کرتا تھا، تو طالبِ علم خوشی محسوس کرتا تھا کہ استادِ محترم میری طرف متوجہ ہیں اور دوسرے طلبہ اسے قابلِ رشک نگاہوں سے دیکھتے تھے،اور اب زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ استاد اگر ڈانٹتا ہے تو ہم ناراض ہو جاتے ہیں اور نہیں ڈانٹتا ہے تو خوشی محسوس کرتے ہیں اور پہلے زمانہ میں کسی شریف طالبِ علم کی شرافت کی وجہ سے دو مہینہ تین مہینہ ایسے گزر جاتے کہ کسی استاد کی طرف سے ڈانٹ ڈپٹ نہیں ہوتی تھی تو وہ فکر میں پڑ جاتا تھا کہ کسی بات پر نکیر نہیں ہو رہی ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ اساتذہ میری طرف متوجہ نہیں ہیں۔

احساسِ کمتری کا شکار نہ ہو

میرے عزیزو! طلبِ علم کی توفیق یہ بڑی سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طلبِ علم کے لئے قبول فرمالیا ہے،یہ بہت بڑی سعادت ہے،بہت بڑی سعادت ہے۔ آپ حضرات کی خدمت میں میری یہی گزارش ہے کہ اس سعادت کی قدر کریں اور احساسِ کمتری کا کسی وقت بھی شکار نہ ہوں۔

حصولِ علم کے لئے میری ذہن سازی اور والدِ محترم کی تربیت

میں اپنی ایک بات آپ کو سناؤں! میں دس سال کی عمر میں یہاں سے انگلینڈ گیا، وہاں school میں میرا داخلہ ہوا اور چند ہی مہینوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور میرے والد صاحب کی دعاؤں کی برکات سے اول نمبر سے پاس ہونے لگا، یہ ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۴ء کا وہ زمانہ تھا کہ ہمارے مسلم معاشرہ میں وہاں اتنے graduates نہیں تھے اور لوگ اس کی کمی محسوس کرتے تھے۔ ہمارے والد صاحب پر بھی لوگ بہت زور ڈالتے تھے کہ اسے کالج بھیجو، یونیورسٹی بھیجو تاکہ graduate ہو جائے، doctor ہو جائے، lawyer ہو جائے، مسلمانوں کو اس ملک میں ایسے پڑھے لکھے لوگوں کی اس وقت بہت ضرورت ہے اور واقعی اس وقت ضرورت بھی

تھیں، لیکن ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بات میرے بارے میں طے کرچکے تھے کہ اسے علمِ دین کی راہ پر لگانا ہے۔ جب ہم بھوریا میں رہتے تھے، میری عمر چھ، سات سال ہو گی، تو مجھے یاد ہے کہ جب میں نے اردو پڑھنا سیکھ لیا تو مجھ سے عصر کی نماز کے بعد کبھی کبھی فضائل کی تعلیم کرواتے تھے اور ذہن بناتے تھے کہ تجھے عالم بننا ہے،ہمیں تو اس وقت پتہ بھی نہیں تھا کہ عالم، مولانا اور مولوی کس کو کہتے ہیں، لیکن ہم سے یہ کہلوایا کرتے تھے کہ عالم بننا ہے،مولانا بننا ہے۔ پوچھا کرتے تھے کہ بیٹا! بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ اور ہم ان کا سکھلایا ہوا جواب دیتے تھے کہ عالم بنوں گا، مولانا بنوں گا۔یہ ان کی تربیت تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بلند درجات عطا فرمائیں،آمین۔

عالم بننے کی ایسی ذہن سازی کی تھی کہ ا سکول کے بعد جب والد صاحب نے میرے لئے کالج کا فیصلہ فرمایا تو مجھے بہت ناگوار گزرا اور میں ان سے ضد کرنے لگا کہ مجھے جلد دار العلوم بھیجئے،تھے تو دیہات کے رہنے والے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو جزاءِ خیر عطاء فرمائیں،انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا تم کالج کر لو، کالج کے بعد میں تمہیں دار العلوم ہی بھیجنے والا ہوں،یہ تو میرا پہلے سے ارادہ ہے،کالج اس لئے بھیجنا چاہتا ہوں کہ دین کی خدمت کرنے کے لئے انگریزی کی بھی ضرورت پڑے گی۔ان کی یہ بات مجھے اس وقت سمجھ میں آئی جب ۱۹۸۴ءمیں دار العلوم بری میں امریکہ سے ایک درخواست آئی کہ ایک ایسے طالبِ علم کو تراویح کے لئے بھیجو جو انگلش میں تقریر بھی کر سکے اور میرے استاد محترم، حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم نے اس ناچیز کو یاد فرمایا اور بھیجا۔میں جب وہاں پہونچا اور انگلش میں تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا اور لوگ جوق در جوق جمع ہونے لگے (اس لئے کہ بنجر زمین تھی، وہاں دور دور تک کسی عالم کا تصور نہیں تھا)، اس وقت میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فیصلے کو میں سمجھ سکا اور مجھے بہت خوشی ہوئی۔

دنیوی تعلیم کا دل میں وسوسہ بھی نہیں آیا

یہ عرض کر رہا تھا کہ بچپن سے دل میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شوق پیدا کیا تھا اور بالآخر ۱۹۸۰ء میں دار العلوم بری میں داخلہ ہوا۔میں نے دار العلوم کی طرف رخ کیا اور میرے اس وقت کے ساتھیوں نے دنیوی تعلیم کی طرف رخ کیا۔ہمیں دینی تعلیم کی توفیق ملی، انہوں نے دنیوی تعلیم میں ترقی کی۔ آج بھی علیک سلیک رہتی ہے،تو میرے عزیز طلبہ! مسجد میں بیٹھا ہوا ہوں، بڑے بڑے اکابر کی موجودگی میں سچ کہتا ہوں،حلفیہ کہتا ہوں کہ آج تک مجھے ان میں سے کسی کی بھی حالت کو دیکھ کر دل میں وسوسہ کے درجے میں بھی یہ خیال نہیں آیا کہ کاش میرے والد صاحب مجھے اس طرف بھیجنے کے بجائے اس طرف بھیجتے،ایک مرتبہ بھی وسوسہ تک نہیں آیا اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور میرے بزرگوں کی جوتیوں کی برکت کہ بڑے بڑے مالداروں کو دیکھ کر، بڑے بڑے graduatesکو دیکھ کر الحمد للہ تعالیٰ کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ کاش میں ان کی جگہ ہوتا، اور یہ میرے ساتھی جو میرے ساتھ ا سکول اور کالج میں تھے اور اس وقت میں ان کو ترغیب بھی دے رہا تھا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو، اب وہ ملتے ہیں، بیانوں میں بھی شرکت کرتے ہیں،دنیوی اعتبار سے بہت اچھی حالت میں ہیں، مگر وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ جب ہم تجھے دیکھتے ہیں تو ہمیں اندر سے بہت حسرت ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی اس کے ساتھ دار العلوم گئے ہوتے اور علمِ دین سے بہرہ ور ہوئے ہوتے۔

اس لئے میرے عزیز طلبہ! آپ للچائی ہوئی نظر سے ان سوٹ بوٹ والوں کو نہ دیکھیں،للچائی ہوئی نظر سے آپ یونیورسٹی اور کالج کے طلبہ کو نہ دیکھیں،للچائی ہوئی نظر سے اچھی اچھی گاڑیوں والوں کو نہ دیکھیں،اللہ تعالی نے آپ کو وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ پوری دنیا آپ کو رشک کی نگاہ سے دیکھتی ہے،اور کوئی دیکھے نہ دیکھے،

مصلّٰی ہے ہمارا تختِ شاہی

کسی کی کیا کرے گی کم نگاہی

کوئی ہمیں عزت اور احترام کی نظر سے دیکھے نہ دیکھے، اللہ کا قرآن اعلان کرتا ہے:

﴿يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِينَ أُوتُوا العِلمَ دَرَجَاتٍ﴾ (المجادلة: ١١)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اور اہل علم کے درجے بلند کرے گا۔

اللہ تعالی نے ہمیں بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے، کتنا اونچا مقام! اللہ اکبر! گزشتہ کل میں نے کھروڈ میں طلبہ کو ایک حدیث سنائی، اور ان سے میں نے کہا کہ احساس کہتری سے نکلنے کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔

حامل قرآن کے لئے زمین کو ارشاد ربانی لَاتَاكُلِی لَحمَه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِذَا مَاتَ حَامِلُ القُرآن

جب حامل قرآن کا انتقال ہوجاتا ہے،

حامل قرآن سے کون مراد ہے؟ اس سے وہ حافظِ قرآن یا عالمِ قرآن مراد ہے جو حافظ اور عالم بننے کے بعد اس پر عمل کرے، یعنی عامل بالقرآن، جب ایسے شخص کا انتقال ہوجاتا ہے اور اس کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو

أَوحَى اللّٰهُ إِلَى الأَرضِ أَن لاَتَأكُلِي لَحمَه

اللہ تعالیٰ زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ اس کے گوشت کو مت چھونا۔

اس کا جسم سڑنا نہیں چاہیئے، تو زمین بہت ادب سے اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہے:

يَا رَبِّ! كَيفَ آكُلُ لَحمَه وَ كَلاَمُكَ فِي جَوفِه

اللہ اکبر! طبیعت پھڑک جاتی ہے! زمین کہتی ہے اے پروردگار! میں اس کے گوشت کو کیسے چھو سکتی ہوں جب کہ یہ آپ کے کلام کا صندوق بن کر آیا

ہے،اس کا سینہ آپ کے کلام کا خزینہ ہے۔

حقیر دنیا کی طرف للچائی نظر نہ ڈالے

میرے پیارے بھائیو! علمِ نبوت کے طالبین کی اس حالت کو دیکھ کر مجھے تو بہت دکھ ہوتا ہے، بہت غم ہوتا ہے کہ اللہ نے ہمیں قرآن کے لئے منتخب کیا، حدیث کے لئے منتخب کیا، اس کے دین کی حفاظت کے لئے منتخب کیا، ہمیں انبیاء کا وارث بنایا اور ہم احساسِ کمتری کا شکار ہو کر للچائی ہوئی نظر سے ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے پاس دنیا کی حقیر چیزیں ہیں۔

کل قیامت کے دن لوگوں کا الگ الگ جماعتوں میں حشر ہوگا، اگر ہم نے اس علم کے تقاضہ کو پورا کیا تو ان شاء اللہ تعالی میرا اور آپ کا حشر جنابِ محمد رّسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ ہوگا۔ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا مقام عطا فرمایا ہے،اس کی قدر کریں اور ناشکری سے بچیں،اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور رہنمائی کے لئے اپنے اکابر کے حالات کو پڑھیں اور اکابر نے طلبِ علم کے لئے جو کتابیں لکھیں، مثلاً حضرت مولانا قاری صدیق باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے ’’آداب المتعلمین‘‘ ان کا مطالعہ کریں اور مطالعہ صرف معلومات کے لئے نہیں بلکہ عملی جامہ پہنانے کے لئے،اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں،آمین۔

اساتذہ اور بزرگوں کی دعائیں لینے کا اہتمام کریں

میرے عزیز طلبہ! محنت کے ساتھ ایک اور اہم بات بھی ہے جس کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ اساتذہ اور بزرگوں کی دعائیں ہیں۔ میرے حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا! ایک ہے دعا کرنا، دوسرا ہے دعا کرانا اور تیسرا ہے دعا لینا۔آپ دعا لینے والے بن جاؤ۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم نے گزشتہ کل مجھ سے پہلے کاپودرا میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں رمضان المبارک میں علیل چل رہا تھا اور بستر پر

لیٹے لیٹے جب بھی سلیم کی یاد آتی تھی (اور اس کی یاد آتی رہتی ہے) تو دل سے اس کے لئے دعا کرتا تھا۔تو میرے عزیزو، دعا لینے والے بنو۔

آپ کے لئے دعا کرنا تو میرے معمولات میں ہے

میں نے ایک مرتبہ تراویح کے بعد حضرت کی خدمت میں حرم شریف میں عرض کیا کہ آپ میرے لئے، میرے ادارے کے لئے، میرے والدین کے لئے، اور میرے مشائخ واساتذہ کے لئے دعا فرمائیں! تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اور تمہارے کاموں کے لئے دعا کرنا تو میرے معمولات میں داخل ہے۔

بزرگوں کی دعا کی برکت

بزرگوں کی دعائیں لو، اساتذہ کی دعائیں لو۔اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ ان کی خدمت کرو، ان کے ساتھ احترام کا معاملہ کرو، عظمت کا معاملہ کرو، محبت اور عقیدت کے ساتھ تعلق رکھو۔اور حضرت نے میرے بارے میں ابھی جو کچھ ارشاد فرمایا، یا آپ نے جو کچھ پہلے سنا ہے، میرے بھائیو! میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں مجھے کھڑا کردیا ہے ورنہ اصل میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ میرے اساتذہ اور بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ہو رہا ہے۔

دعائیں ہم نے کی اور مدرسہ آپ کا؟

کل بھی میں نے کاپودرا میں عرض کیا تھا کہ مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک صاحب نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہم نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے! یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقاتِ سحر میں سر بسجود ہوکر گڑگڑا تی رہیں۔ یہ مدرسہ انہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

تو ہمارا جو کام بھی نظر آتا ہے وہ ہمارا نہیں، یہ ان بزرگوں کی دعاؤں کی برکت کا ثمرہ ہے،ان کی نظر، ان کی صحبت اور ان کی توجہ جب نصیب ہو جاتی ہے تو اس کی برکت سے اللہ ہمارے قلوب کو ایسا بنادیتے ہیں کہ پھر جینے کا اور مرنے کا سلیقہ آ جاتا ہے،

کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آ گیا ہے جینا اسے آ گیا ہے مرنا

جینے کا سلیقہ بھی آ جاتا ہے اور مرنے کا سلیقہ بھی آ جاتا ہے۔ زندگی نیک اعمال اور خدمتِ دین میں گزرتی ہے اور موت، مقام ولایت پر حسن خاتمہ کے ساتھ نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے میری آپ سے گزارش ہے کہ اپنے آپ کو احساس کہتری سے نکالو اور اب تک اس سلسلہ میں جو کوتاہی ہوئی ہے دو دو رکعت صلوۃ التوبہ پڑھ کر اللہ سے معافی مانگو کہ اے اللہ! علم کے سلسلہ میں ہم سے بہت کوتاہی ہوئی ہے،ہم اس عظیم نعمت کی قدر نہ کر سکے،آپ ہمیں معاف کر دیجئے۔

اپنی قدر پہچانو!

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دار العلوم کراچی تشریف لے گئے اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر طلبہ کے سامنے تقریر کے لئے تشریف لائے تو ایک ہی جملہ ارشاد فرمایا ’’میرے پیارو! اپنی قدر پہچانو۔‘‘ سبحان اللہ! کتنا وزنی جملہ ہے۔

دو دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور مستقبل کے لئے پکے ارادے کرو اور علم کے تمام آداب کا بہت زیادہ خیال رکھو اور علم کا جو مقصد ہے اس کو پیش نظر رکھو۔

پہلا مقصد: حصولِ علم میں خوب محنت

مقصد کا پہلا حصہ: حصولِ علم میں خوب محنت کرو اور پختگی حاصل کرو، اسی

طرح جس طرح ہمارے اکابر نے کی۔اس سلسلہ میں ہمارے دلوں میں بھی ان کی طرح نہ بجھنے والی پیاس پیدا ہونی چاہیئے،بس رات دن ایک ہی دُھن ہو، حصول علم۔

دوسرا مقصد: علم پر عمل

دوسرا حصہ: ہم جس علم کو حاصل کر رہے ہیں،اس پر عمل کرنا۔اور عمل بھی فارغ ہونے کے بعد نہیں بلکہ اسی وقت۔فرض، واجب، حلال اور حرام کا جہاں تک تعلق ہے اس میں تو کوئی گنجائش ہے ہی نہیں،ہاں وہ نوافل اور اختیاری اعمال جن میں ایک معتد بہ وقت صرف ہوتا ہو، انہیں اساتذہ کرام کی رہنمائی میں کرنا چاہیئے،اس لئے کہ کبھی کبھی طالبِ علم عمل کے جذبہ سے مغلوب ہو کر ایسے کاموں میں لگ جاتا ہے جس کی وجہ سے حصولِ علم میں خلل واقع ہوتا ہے۔

حضرت شیخؒ کا زمانۂ طالبِ علمی میں اوابین پڑھنا

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سلسلہ میں اپنا ایک قصہ لکھا ہے کہ مجھے بزرگی کا جوش ہوا اور ایک دن مغرب اور عشاء کے درمیان لمبی لمبی نفلیں پڑھنے لگا، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور نماز کے دوران ہی ایک زوردار طمانچہ رسید کیا اور فرمایا کہ سبق یاد نہیں کیا جاتا؟ میرے دل میں خیال آیا کہ بڑے میاں خود تو پڑھتے نہیں مجھے بھی نہیں پڑھنے دیتے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ شیطان کی چال تھی جس کو میں اس وقت نہیں سمجھ سکا۔بعد میں سمجھا کہ یہ علم سے روکنے کے لئے شیطان کا ایک حربہ تھا، اس لئے کہ جب نوافل پڑھنے کا دور آیا اس وقت طبیعت بوجھل ہونے لگی اور نفس بہانے تلاش کرنے لگا۔

تو اساتذہ اور مشائخ کی رہنمائی میں علم پر عمل بھی کرو۔حلال اور حرام میں تو کوئی پیچیدگی نہیں ہے، حلال کو اختیار کرو، حرام سے بچو۔میرے بھائیو! سوچو تو سہی، طالبِ علم اور ڈاڑھی کاٹتا ہے،حدیث پڑھ رہا ہے، تفسیر پڑھ رہا ہے،اپنے سینہ کو

علم قرآن کا گنجینہ بنا رہا ہے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی اتنی عظیم سنت پے قینچی چلا رہا ہے، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اپنی وضع قطع شرعی ہو، بلکہ صلحاء والی ہو۔اپنی ٹوپی، اپنا کرتا، اپنی شلوار، اپنی نشست و برخواست بزرگوں والی ہو، صلحاء والی ہو۔جو لوگ دنیا سے کامیابی حاصل کر کے گئے انہی کی اتباع کر کے ہم بھی کامیابی حاصل کرسکتے ہیں،اس لئے اس وقت کا جو فیشن ہے،اس وقت کی جو سوچ ہے،اس وقت کا جو رواج ہے،اس وقت جو جدید ذہنیت سب پر مسلط ہوتی چلی جا رہی ہے، اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو اور اپنے آپ کو فکری طور پر،علمی طور پر، عملی طور پر اپنے اکابر سے وابستہ رکھو، ان کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھو، فارغ وقت میں ان کی سوانح کو پڑھو، یہاں پر جو حضرات مشائخ ہیں ان کی صحبتوں کو اختیار کرو، ان کی مجلسوں میں جاؤ اور ان سے استفادہ کرو۔

تیسرا مقصد: علم کو پھیلانا

تو علم حاصل کرو، یہ ہمارے مقصد کا پہلا حصہ۔پھر علم پر عمل کرو، یہ ہمارے مقصد کا دوسرا حصہ۔اور تیسرا حصہ ہے علم پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو آگے دوسروں تک پہونچاؤ۔ علم حاصل کرنا، اس پر عمل کرنا اور اس کو دوسروں تک پہونچانا، یہ ہے ہمارا مقصد اور یہ تمام کام ابھی سے شروع ہو جانے چاہیئے،یہ نہیں کہ ہم فارغ ہونے کے بعد میدان میں قدم رکھیں گے۔ نہیں، علم کی اشاعت کا کام ابھی اسی وقت شروع ہو جانا چاہیئے۔ آپ نے پڑھ لیا کہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں تو جب آپ گھر جا کر دیکھیں کہ میرا بھائی نماز نہیں پڑھ رہا ہے، میری بہن نماز نہیں پڑھ رہی ہے، میرے ماں باپ نماز نہیں پڑھ رہے ہیں، تو انہیں پیار محبت سے اس کی ترغیب دیں،آپ سوچیں کہ احادیث میں نماز نہ پڑھنے والوں کے لئے کتنی وعیدیں آئی ہیں اور کیا میں میری بہن، میرے بھائی اور ماں باپ کے لئے ان وعیدوں کو پسند کرتا ہوں؟ تو گھر میں یہ دین کا ماحول بناؤ اور اشاعت علم کی فکر کرو۔

حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب محبت

ہر طالبِ علم کے اندر یہ جذبہ ہونا چاہیئے کہ میں پورے عالم کے لئے ہدایت کا ذریعہ بننا چاہتا ہوں۔ ایک مرتبہ حرم شریف میں میں حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، حضرت بہت محبت فرماتے تھے، بہت زیادہ محبت فرماتے تھے،ان کے جو خادم تھے ڈاکٹر صابر صاحب رحمۃ للہ علیہ، کم عمر میں ان کا بھی انتقال ہو گیا، انہوں نے مجھ سے حضرت کے وصال کے بعد فرمایا کہ میں سولہ سال تک حضرت کی خدمت میں رہا، حضر کا سفر کا ساتھی رہا، میں آپ کو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت کو میں نے تجھ سے جتنی محبت کرتے ہوئے دیکھا اتنی محبت کسی سے کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت کی بہت شفقتیں تھیں۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! آپ کی برکت سے دل میں ایک خیال پیدا ہو رہا ہے،اجازت ہو تو آپ کی خدمت میں عرض کر دوں؟ اگر خیال صحیح ہو تو آپ بھی آمین فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا۔ میں نے کہا حضرت! میرے دل میں ایک خیال پیدا ہو رہا ہے اور میں اللہ سے اس وقت یہ دعا کر رہا ہوں کہ اے اللہ! اپنے دین کو پوری دنیا میں غالب فرمادے اور میرے ذریعہ فرمادے۔ تو حضرت نے اس پر آمین کہا اور بہت خوش ہوئے۔

بلند عزائم

میرے عزیز طلبہ! یہاں کوئی بھوریا کا ہوگا، کوئی کانکریا کا ہوگا، کوئی کوساڑی کا ہوگا، اور شاید اس کے ذہن میں یہ بات ہو کہ فارغ ہونے کے بعد مجھے تو مکتب ہی پڑھانا ہے،اس کے آگے ترقی کے اسباب مجھے تو نظر نہیں آ رہے ہیں، یہ سوچ بہت محدود ہے۔ مکتب کی خدمت اگر مقدر میں ہے تو یہ بھی بہت بڑی سعادت ہے مگر ہمارے عزائم بلند ہونے چاہیئے۔ یہاں آپ کے کتنے اساتذہ بیٹھے ہوئے ہیں جو چھوٹے چھوٹے دیہات سے تعلق رکھنے والے ہیں، لیکن انہوں نے صحیح نیت کے ساتھ، صحیح محنت کے ساتھ، اساتذہ کی قدر کر کے علم کی قدر پہچان

کر پڑھا اور فارغ ہونے کے بعد بھی انہوں نے اپنے بڑوں سے اپنا تعلق رکھا، ان سے مستغنی نہیں ہوئے، اپنی اصلاح کی فکر کی تو آج دیکھو! یہ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کے رہنے والے دنیا کے مختلف ملکوں میں جا رہے ہیں اور ان کا فیض پھیل رہا ہے، بہت سے اساتذہ یہاں موجود ہیں جن کا فیض یورپ میں بھی پھیل رہا ہے، اس لئے آپ نیتیں بڑی بڑی رکھیں، علم کے حصول کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائیں، دُھن اور دھیان کے ساتھ پڑھیں، جو سیکھیں اس پر عمل کریں اور اس بات کی فکر کریں کہ اس روئے زمین پر رہنے والا ہر انسان اس پر عمل کرنے والا بن جائے۔

امت کا غم پیدا کرو

عزیز طلبہ! آپ انبیاء کے وارث ہیں اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ نے پڑھا ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و سلم مُتَوَاصِلَ الأَحزَانِ دَائِمَ الفِكرَةِ (شمائل الترمذي، بَابٌ كَيْفَ كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لگاتار غموں والے، دائمی سوچ والے تھے۔

ہماری اندرونی کیفیت بھی یہی ہونی چاہیئے، مُتَوَاصِلَ الأَحْزَان ہر وقت غموں میں کہ امت کا کیا ہو رہا ہے، امت کہاں جا رہی ہے اور دَائِمَ الْفِكْرَة ہر وقت فکر، ہر وقت سوچ، کہ کس طرح امت جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائے۔ جب انسان فکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ طریقے بھی القاء فرماتے ہیں۔ اسی طرح وارثینِ انبیاء کے سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جذبہ بھی ہمارے دلوں میں پیدا ہونا چاہیئے:

أَ يُنقَصُ الدِّينُ وَ أَنَا حَيٌّ

کیا میرے زندہ رہتے ہوئے دین میں کوئی کمی آسکتی ہے؟

اسی پر اکتفاء کرتا ہوں،اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين وصلّى الله تعالى

على سيدنا و نبيّنا و مولانا محمّد و على آله و صحبه أجمعين